ایک اہم مضمون

بسلسلہ

نسبت و اجازت

از

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم

ناشر

ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد

ایک نہایت اہم مضمون جو دس بارہ سال سے یہ ناپاک ہر رمضان میں کئی مرتبہ اور بغیر رمضان کے بھی اپنے خصوصی احباب سے کہتا رہتا ہے وہ نسبت اور بیعت کی اجازت کا مسئلہ ہے ۔ بیعت کی اجازت دراصل بمنزلہ مدارس کی سند کے ہے جو تعلیم کی تکمیل یا اہلیت کی سند ہوتی ہے ۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص علم سے فراغ کے بعد پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ میں رہے تو علوم میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ۔ اور اگر پڑھنے پڑھانے کے سلسلہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے سلسلہ میں مثلاً زراعت ، تجارت وغیرہ میں لگ جائے تو علم سے مناسبت جاتی رہے گی ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ کو اپنی سالانہ وصیت بہ سلسلہ خلفاء میں یہ کہنا پڑتا تھا کہ فلاں صاحب دوسرے مشغلہ میں لگ گئے ہیں اور اس مشغلہ کو چھوڑ دیا ہے اس لئے ان کا نام خارج کرتا ہوں :-

یہی وہ چیز تھی جس کو حضرت سید الطائفہ نے حضرت اقدس گنگوہی کو بیعت کے ایک ہفتہ بعد فرما دیا تھا کہ میاں رشید احمد

ہمیں تو جو کچھ دینا تھا دیدیا اب اس کو بڑھانا تمہارا کام ہے حضرت فرمایا کرتے تھے میں سوچتا ہی رہا کہ وہ کیا چیز تھی آخر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ کیا چیز تھی چنانچہ انفاس عیسی میں حکیم الامت تھانوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اجازت شیخ دلیل کمال نہیں بلکہ دلیل مناسبت ہے، ایک دوسرے مقام پر انفاس عیسی میں حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ جیسے علوم درسیہ میں سند فراغ دیجاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ابھی اسی وقت اس کو ان علوم میں کمال کا درجہ حاصل ہو گیا ہے بلکہ محض اس ظن غالب پر سند دیجاتی ہے کہ اس کو ان علوم سے ایسی مناسبت پیدا ہو گئی ہے کہ اگر وہ برابر درس و مطالعہ میں مشغول رہے تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا، پھر اگر وہ اپنی غفلت اور ناقدری سے تو دہی اپنی اس مناسبت اور استعداد کو ضائع کر دے تو اس کا الزام سند دینے والوں پر ہرگز نہیں بلکہ خود اسی پر ہے، اسی طرح جو کسی کو اجازت دی جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ فی الحال ہی اس کو ان اوصاف میں کمال کا درجہ حاصل ہو گیا ہے بلکہ محض اس ظن غالب پر دیجاتی ہے کہ اس کو فی الحال تو ان اوصاف میں درجہ ضروریہ حاصل ہو گیا ہے اور اگر وہ برابر اس کی تکمیل کی فکر اور کوشش میں رہا تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو آئندہ ان اوصاف میں کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے مکاتیب "رقومات امدادیہ" کے نام سے طبع ہوئے ہیں اس کے صفحہ ۴۲ پر مکتوب بنام حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری میں تحریر فرماتے ہیں

کہ یہ خبر غلط ہے کہ حافظ محمد یوسف صاحب کا نام خلفاء میں سے محو کر دیا، البتہ دو نام مولوی کرامت علی مرحوم اور مولوی محمد ابراہیم اجراڑوی ران کے نام محو کر دیئے تھے) اس پر حکیم الامت اپنے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں " یہ حک دو وجہ سے ہو سکتا ہے یا تو ان بزرگوں کے انتقال کی وجہ سے ہے کہ القاء نام سے طالبین کو پریشانی ہو یا کسی حال کے تغیر کے سبب، اس صورت میں اس سے ایک مسئلہ ثابت ہوگا وہ یہ کہ اجازت کی بنا جن امور پر ہے وہ حصولاً وبقاءً ظنی ہے جن کا تبدل محتمل ہے اور اس تبدل کے وقت خلع خلافت کا اظہار ضروری ہے تاکہ طالبین غلط فہمی سے محفوظ رہیں اور امور بنائے خلافت یہ ہیں صلاحیت ظاہرہ قدر معتد بہ، مناسبت طریق علماً وعملاً توقع اہتمام صلاحیت ورسوخ حال" بعض لوگوں کو مشائخ فقر کے بعض خلفاء پر بھی اشکال ہوتا ہے کہ اس کو کیوں اجازت مل گئی۔ مشائخ حقہ کے خلفاء پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے کہ یہ در حقیقت مشائخ حقہ ہی پر اعتراض ہے، ہمیں اور تمہیں کیا معلوم کہ مشائخ نے کس باریک بینی اور دور اندیشی سے اس کو اجازت دی ہے، تم زائد سے زائد یہ تو کر سکتے ہو کہ اگر تم کو ان سے اعتقاد نہیں تو مرید نہ ہونا۔ نیز اس کے ساتھ یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ مشائخ کے یہاں اجازت کے بھی مختلف طریق ہوتے ہیں۔ شیخ الطائفہ قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت الحاج امداد اللہ صاحب کا ارشاد ہے کہ میرے خلفاء دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کو میں نے از خود بلا درخواست اجازت دی ہے وہی اصل خلفاء ہیں، دوسرے وہ جنہوں نے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ کا نام بتلا دوں؟ میں نے کہا کہ بتلا دیا کرو، یہ اجازت پہلے درجہ کی نہیں ہے"۔ ہمارے حضرت مولانا الحاج شاہ عبد القادر کے یہاں بھی

یہ دونوں طریقے رائج تھے کہ بعض کو بیعت کی اجازت دیدیا کرتے تھے اور بعض کو یہ فرما دیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا نام بتلا دیا کرو، میرے سامنے ایک واقعہ پیش آیا جس وقت حضرت کی خدمت میں یہاں حاضر تھا، ایک جگہ کے چند معزز حضرات تشریف لائے ان میں سے ایک صاحب کے متعلق ان ہی کے ساتھیوں نے پوچھا کہ یہ حضرت کے خلیفہ ہیں، حضرت قدس سرہ نے صفائی سے ارشاد فرمایا کہ نہیں، میں نے اجازت نہیں دی، ان صاحب نے کہا کہ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا نام پوچھے تو بتلا دینا، حضرت نے فرمایا کہ یہ خلافت یا اجازت ہوئی، اور حضرت حکیم الامت کے یہاں تو باقاعدہ مجازین کے دو طبقے تھے ایک مجازین بالبیعت دوسرے مجاز بالصحبت، بہرحال مقصود یہ ہے کہ اجازت کا نہ تو گھمنڈ ہونا چاہئے نہ اس کو دلیل کمال یا دلیل تکمیل سمجھنا چاہئے بلکہ اجازت کے بعد تو محنت اور مشقت میں اور اضافہ ہونا چاہئے میں نے اپنے مخصوص اکابر کو اجازت کے بعد بہت محنت کرتے دیکھا ہے، چنانچہ تذکرۃ الرشید میں ہے کہ بیعت کے وقت حضرت گنگوہی قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ مجھ سے ذکر و شغل اور محنت و مجاہدہ کچھ نہیں ہو سکتا، اعلیٰ حضرت نے تبسم کیا تھا فرمایا کہ اچھا کیا مضائقہ ہے، اس تذکرہ پر کسی خادم نے دریافت کیا کہ حضرت پھر کیا ہوا آپ نے جواب دیا اور کیا ہی اچھا جواب دیا کہ پھر تو مر مٹا، حضرت نے بالکل صحیح فرمایا شیخ المشائخ ہونے کے بعد اخیر زمانہ تک سنا ہے کہ ذکر بالجہر نہیں چھوڑا، میں نے اپنے اکابر میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کو شدید بیماری سے کچھ پہلے تک اور حضرت شیخ الاسلام مدنی اور اپنے چچا جان نور اللہ تعالیٰ مرقدہما

کو دیکھا کہ اخیر عمر تک بہت اہتمام سے ذکر بالجہر کرتے رہے اور مشائخ
سلوک کا تو یہ مقولہ مشہور ہے کہ جس چیز کی برکت سے یہاں پہنچے اب
اس کو چھوڑتے ہوئے شرم آتی ہے بہر حال خلافت و اجازت نہ تو
کسی عجب اور بڑائی کا سبب ہونا چاہئے اور نہ اس کے بعد تساہل
یا تغافل ہونا چاہئے کہ اس سے یہ دولت جاتی رہتی ہے، اکابر کے یہاں
اجازت کے بارے میں میں نے اپنے مشائخ کو دو طریقوں پر پایا ہے
بعض اکابر کے یہاں تسہیل پائی، جیسے کہ سید الطائفہ حضرت حاجی
امداد اللہ صاحب اور حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے یہاں، اور بعض
حضرات کے یہاں تشدد تھا جیسا کہ حضرت قطب الارشاد گنگوہی قدس
سرہ کے یہاں حضرت کے بعض خدام نے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحب نے
بیعت کی اجازت فرمادی ہے لیکن حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ میرے
یہاں تو کچھ کرنا پڑے گا، حضرت گنگوہی قدس سرہ کے خلفاء میں بھی حضرت
سہارنپوری اور حضرت شیخ الهند نور اللہ تعالیٰ مرقدہما کے یہاں بہت تشدد
تھا، حضرت شیخ الاسلام مدنی کے یہاں اولاً گو تشدد تھا لیکن پھر اخیر
میں تسہیل پیدا ہو گئی تھی، اس کی وجہ اس ناکارہ کے ذہن میں یہ ہے کہ
صوفیاء کے یہاں نسبت کے چار درجے ہیں جس کی تفصیل آگے آرہی
ہے لیکن نسبت کی حقیقت کے متعلق حضرت تھانوی کا ایک ارشاد عام
فہم ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نسبت کے لغوی معنی ہیں لگاؤ اور تعلق
کے اور اصطلاحی معنی ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص تعلق، یعنی اطاعت
دائمہ و ذکر غالب اور حق تعالیٰ کا بندہ سے خاص قسم کا تعلق یعنی قبول و
رضا، جیسا کہ عاشق مطیع اور باوقار معشوق میں ہوتا ہے، اور صاحب

نسبت ہونے کی یہ علامت تحریر فرمائی کہ اس شخص کی صحبت میں رغبت الی الآخرہ اور نفرت عن الدنیا کا اثر ہو اور اس کی طرف دینداروں کی زیادہ توجہ ہو اور دنیاداروں کی کم، مگر یہ پہچان خصوصاً اس کا جزو اول عوام محجوبین کو کم ہوتی ہے اہل طریق کو زیادہ۔ جب نسبت کے معنی معلوم ہو گئے تو ظاہر ہو گیا کہ فاسق و کافر صاحب نسبت نہیں ہو سکتا، بعض لوگ غلطی سے نسبت کے معنی خاص کیفیات کو (جو ثمرہ ہوتا ہے ریاضت ومجاہدہ کا) سمجھتے ہیں، یہ کیفیت ہر مرتاض (مجاہدہ کرنے والا) میں ہو سکتی ہے مگر یہ اصطلاح جہلا کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسبت ایک خاص نوع کے تعلق کا نام ہے اور جس قدر تعلق قوی ہوگا اسی قدر نسبت بھی قوی ہوگی، عمومی نسبت تو ہر مسلمان کو اللہ جل شانہ سے ہے لیکن یہ نسبت خاص قسم کی محبت اور خصوصی تعلق کا ثمرہ ہوتی ہے اور جیسا کہ محبت کے مراتب اور عشق کے درجات ہوتے ہیں ایسے ہی اس نسبت کے درجات بھی نہایت متفاوت اور کم و بیش ہوتے رہتے ہیں، اس کا منتہی تو دریائے عشق میں ڈوب جانا ہے ؎

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارے کی!
بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے اے دل پار ہو جانا

اب یہاں پر نسبت کے اقسام لکھوا رہا ہوں جس کو شیخ المشائخ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تفسیر عزیزی میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے، اور جس کو اس ناکارہ نے آپ بیتی میں بھی نقل کیا ہے اسی آپ بیتی جزء ۵ ص ۱۶۴ سے یہاں نقل کرتا ہوں حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صوفیاء کی اصطلاح میں نسبت کی چار قسمیں ہیں سب سے ابتدائی تو انعکاسی

کہلاتی ہے یعنی ذکر و شغل کی کثرت دل کا زنگ دور ہونے کے بعد اس
میں آئینہ کی طرح ایسی صفائی و شفافی پیدا ہو جائے کہ اس میں ہر چیز
کا عکس آئینہ کی طرح ظاہر ہو جائے یہ شخص جب شیخ کی خدمت میں جاتا
ہے یا ایسے ماحول میں جاتا ہے جو اس حالت سے پُر ہو جیسا ذکر شغل کی
مجالس تو اس ماحول کا اثر اس پر پڑتا ہے لیکن جب شیخ کی مجلس یا وہ
ماحول ختم ہو جاتا ہے تو یہ اثر بھی ختم ہو جاتا ہے بندہ کے خیال میں اسکی
مثال آئینہ کی سی ہے کہ اس میں ہر وہ چیز منعکس ہو جاتی ہے جو اس
کے سامنے ہو اور جب اس کو ہٹا لیا جائے تو وہ ختم ہو جاتی ہے لیکن
فوٹو کی طرح سے اس کو مصالحہ وغیرہ سے پختہ کر لیا جائے تو وہ پھر
ہمیشہ باقی رہتی ہے، اسی نسبت پر بھی بعض مشائخ اجازت دیدیتے ہیں
اگر مجاہدہ و ریاضت سے اس کو باقی رکھا جائے تو باقی رہتا ہے بلکہ مزید
پختہ ہو جاتا ہے بندہ کے خیال میں یہی وہ درجہ ہے جس کو حضرت تھانوی
نے بایں مضمون لکھا ہے کہ بعض مرتبہ غیر کامل کو بھی مجاز بنا دیا جاتا ہے اس
کو جو ناقص یا نااہل کہا گیا ہے وہ کمال کے اعتبار سے ہے۔ اس درجہ کی اجازت
جس کو حاصل ہوتی ہے اس کو بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے
تاکہ یہ باقی رہے بلکہ ترقی کر سکے۔

دوسرا درجہ جس کو حضرت شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ نسبت
القائیہ ہے جس کی مثال حضرت شاہ صاحب نے یہ لکھی ہے کہ کوئی شخص
چراغ لے کر اس میں تیل اور بتی ڈال کر شیخ کے پاس جائے اور اس کے
عشق کی آگ میں سے لو لگائے حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ درجہ
پہلے سے زیادہ قوی ہے اور اس درجہ والے کیواسطے شیخ کی مجلس میں رہنے کی شرط نہیں بلکہ شیخ کی مجلس

سے غائب بھی ہو جائے تو یہ نسبت باقی رہتی ہے اور جب تک تیل اور بتی رہے گی یعنی اوراد و اشغال کا اہتمام اور شیخ کے ساتھ ارتباط رہے گا کہ یہی چیزیں مشعل ہدایت کی تیل اور بتیاں ہیں اس وقت تک یہ نسبت باقی رہے گی (اس نسبت کیلئے تیل اور بتی تو اذکار و اشغال اور ربط بالشیخ ہے اور باد مخالف یعنی معاصی وغیرہ سے حفاظت بھی ضروری ہے کہ باد مخالف سے چراغ گل ہو جایا کرتا ہے یہاں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ جس درجہ کی تیل بتی میں قوت ہوگی (یعنی جسقدر اوراد و اشغال پر اہتمام اور ربط بالشیخ ہوگا) اتنے ہی درجہ کی مخالف ہوا کو برداشت کر سکے گا یعنی اگر معمولی سا چراغ ہے تو معمولی سے ہوا کے جھونکے سے بجھ جائیگا اور اگر بتی قوی ہو تو معمولی جھونکوں کو برداشت کر لے گا میرا خیال یہ ہے کہ میرے اکابر کے یہاں زیادہ تر اجازت اسی نسبت پر ہوتی ہے اور اس کی علامت میں نے یہ دیکھی کہ جب اجازت دی جاتی ہے تو ایک بجلی سی کوند جاتی ہے تو بہت سی دفعہ دیکھنے میں آئی۔

تیسرا درجہ نسبت اصلاحی کا ہے، حضرت رح نے لکھا ہے کہ یہ نسبت پہلی دونوں سے زیادہ قوی ہے اور اس کی مثال یہ لکھی ہے کہ جیسے ایک شخص نہر کھودے اور اس کو خوب مضبوط بنائے اور اس کی ڈولیں درست کرے اور اس کا دہانہ کسی دریا سے ملا دے اس دریا سے پانی خوب زوروں سے اس نہر میں آجائے گا کہ معمولی خاص پتے ٹہنیاں معمولی اینٹ روڑے بھی اس کے پانی کے سیل کو نہیں روک سکتے بلکہ اس کے ساتھ بہتے چلے جاویں گے الا یہ کہ کوئی نقب

اس نہر میں لگ جائے یا کوئی چٹان آکر اس نہر میں حائل ہو جائے۔
بندہ کا خیال یہ ہے کہ قدماء کی اجازتیں زیادہ تر اسی پر ہوتی تھیں کہ وہ
اخلاق وغیرہ کو خوب درست کرا دیتے تھے اور جب نفس مزکی ہو
جاتا تھا تو اس کے بعد اور اد و اذکار کی تلقین کے بعد اجازت مرحمت
فرمایا کرتے تھے۔ اکابر کے مجاہدات اور تزکیہ کے قصے اگر لکھے
جائیں تو بڑا دفتر ہو جائے صرف مثال کیلئے حضرت شاہ ابو سعید
گنگوھی قدس سرہ جو مشائخ چشتیہ کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں
شیخ عبدالقدوس گنگوھی قدس سرہ کے پوتے ہیں جن کا مزار
گنگوہ میں موجود ہے۔ کا واقعہ مختصر طور پر لکھواتا ہوں، واقعہ تو
جیسا اکابر سے سنا اور کتب تواریخ میں پڑھا بھی زیادہ طویل ہے
لیکن ارواح ثلثہ میں حضرت تھانوی قدس سرہ کی روایت سے مختصر نقل
کیا ہے جس کو بعینہ نقل کراتا ہوں۔

ایک روز فرمایا کہ شاہ ابو سعید گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ بغرض بیعت
شاہ نظام الدین بلخیؒ کی خدمت میں بلخ تشریف لے گئے، شاہ نظام الدین
کو اطلاع ہوئی کہ صاحبزادہ تشریف لاتے ہیں تو ایک منزل پر آکر استقبال
کیا اور بہت اعزاز و اکرام کیساتھ لیکر بلخ پہنچے اور وہاں پہنچ کر خوب
خوب خاطریں کیں ہر روز نئے نئے اور لذیذ کھانے پکوا کر کھلاتے
ان کو مسند پر بٹھاتے اور خود خادموں کی جگہ بیٹھتے، آخر جب شاہ ابوسعید
نے اجازت چاہی کہ وطن واپس ہوں تو شاہ نظام الدینؒ نے بہت
سی اشرفیاں بطور نذرانہ پیش کیں، اس وقت شاہ ابوسعید نے
عرض کیا کہ حضرت اس دنیوی دولت کی مجھے ضرورت نہیں ہے نہ

اس کیلئے میں یہاں آیا مجھے تو وہ دولت چاہیئے جو آپ ہمارے یہاں سے لے کر آئے ہیں بس اتنا سننا تھا کہ شاہ نظام الدینؒ آنکھ بدل گئے اور جھڑک کر فرمایا کہ جاؤ طویلہ میں جاکر بیٹھو اور کتوں کے دانہ راتب کی فکر رکھو غرض یہ طویلہ میں آئے اور شکاری کتے ان کی تحویل میں دیدیئے گئے کہ روز نہلائیں دھلائیں اور صاف ستھرا رکھیں کبھی حمام جھونکوایا جاتا اور کبھی شکار کے وقت شیخ گھوڑے پر سوار ہوتے اور یہ کتوں کی زنجیر تھام کر ہمراہ چلتے آدمی سے کہدیا گیا کہ یہ شیخ جو طویلہ میں رہتا ہے اس کو دو روٹیاں جو کی دونوں وقت گھر سے لادیا کرو، اب شاہ ابوسعید صاحب جب کبھی حاضر خدمت ہوتے تو شیخ نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے چاروں کی طرح دور بیٹھنے کا حکم فرماتے اور التفات بھی نہ فرماتے تھے کہ کون آیا اور کہاں بیٹھا، تین چار ماہ بعد ایک روز حضرت شیخ نے بھنگن کو حکم دیا کہ آج طویلہ کی لید اکٹھی کر کے لیجائے تو اس دیوانہ کے پاس سے گذرلیو جو طویلہ میں بیٹھا رہتا ہے چنانچہ شیخ کے ارشاد کے بموجب بھنگن نے ایسا ہی کیا پاس سے گذری کہ کچھ نجاست شاہ ابوسعید پر پڑی، شاہ ابوسعید کا چہرہ غصہ سے لال ہو گیا تیوری چڑھا کر بولے نہ ہوا گنگوہ ورنہ اچھی طرح مزہ چکھاتا غیر ملک ہے، شیخ کے گھر کی بھنگن ہے اس لئے کچھ کر نہیں سکتا، بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا ہاں ابھی بو ہے صاحبزادگی کی، پھر دو ماہ تک خبر نہ لی، اس کے بعد بھنگن کو حکم ہوا کہ آج پھر ایسا ہی کرے بلکہ قصداً کچھ غلاظت شاہ ابوسعید پر ڈال کر جواب سنے چنانچہ بھنگن نے پھر ارشاد کی تعمیل کی، اس مرتبہ شاہ ابوسعید نے کوئی کلمہ

زبان سے نہیں نکالا ہاں تیز اور ترچھی نگاہ سے اس کو دیکھا اور گردن جھکا کر خاموش ہو رہے۔ بھنگن نے آ کر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ آج تو میاں کچھ بولے نہیں، تیز نظروں سے دیکھ کر چپ ہو رہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا ابھی کچھ بو باقی ہے، پھر دو چار ماہ کے بعد بھنگن کو حکم دیا کہ اس مرتبہ لید گوبر کا ٹوکرا سر پر پھینک ہی دیجیو کہ سر پاؤں تک بھر جائیں چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا مگر اب شاہ ابو سعید پک چکے تھے جو کچھ تینا تھا اس لئے گھبرا گئے اور گڑگڑا کر کہنے لگے مجھ سے ٹھوکر کھا کر بیچاری گر گئی کہیں چوٹ تو نہیں لگی، یہ فرما کر گری ہوئی لید جلدی جلدی اٹھا کر ٹوکرے میں ڈالنی شروع کر دی کہ لا میں بھر دوں بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے آ کر کہا کہ آج تو میاں جی غصہ کی جگہ الٹے مجھ پر ترس کھانے لگے اور لید بھر کر میرے ٹوکرے میں ڈالدی۔ شیخ نے فرمایا، بس اب کام ہو گیا، اسی دن شیخ نے خادم کی زبانی کہلا بھیجا کہ آج شکار کو چلیں گے کتوں کو تیار کر کے ہمراہ ہونا، شام کو شیخ گھوڑے پر سوار خدام کا مجمع ساتھ جنگل کی طرف چلے، شاہ ابو سعید کتوں کی زنجیر تھامے پابرکاب ہمراہ ہو لئے، کتے تھے زبردست شکاری کھاتے پیتے توانا اور ابو سعید بیچارے سوکھے بدن کمزور اس لئے کتے ان کے سنبھالے سنبھلتے نہ تھے بہتیرا کھینچتے روکتے مگر وہ قابو سے باہر ہوئے جاتے تھے آخر انہوں نے زنجیر اپنی کمر سے باندھ لی شکار جو نظر پڑا تو کتے اس پر لپکے، اب شاہ ابو سعید بیچارے گر گئے اور زمین پر گھسٹتے کتوں کے کھینچے کھینچے چلے جاتے تھے کہیں اینٹ لگی کہیں کنکر چبھی بدن سارا لہولہان ہو گیا مگر انہوں نے اُف نہ کی جب دوسرے

خادم نے کتوں کو روکا اور ان کو اٹھایا تو یہ تھر تھر کانپتے کہ حضرت خفا ہو نگے اور فرمائیں گے کہ حکم کی تعمیل نہ کی کہ کتوں کو روکا کیوں نہیں شیخ کو تو امتحان منظور تھا سو ہو لیا، اسی شب شیخ نے اپنے مرشد قطب العالم شیخ عبدالقدوس کو خواب میں دیکھا کہ رنج کے ساتھ فرماتے ہیں نظام الدین! میں نے تو تجھ سے اتنی کڑی محنت نہ لی تھی جتنی تو نے میری اولاد سے لی صبح ہوتے ہی شاہ نظام الدینؒ نے شاہ ابوسعید کو طویلہ سے بلا کر چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا کہ خاندان چشتیہ کا فیضان میں ہندوستان سے لے کر آیا تھا تم ہی ہو جو میرے پاس سے اس فیضان کو ہندوستان لئے جاتے ہو مبارک ہو وطن جاؤ۔ غرض مجاز حقیقت بنا کر ہندوستان واپس فرمایا۔

ارشاد السلوک میں لکھا ہے کہ جب مرید توبہ کے مقام کو صحیح کر چکے اور ورع اور تقویٰ کے مقام میں قدم مضبوط جما کر زہد کے مقام میں قدم رکھے اور اپنے نفس کو ریاضت و مجاہدات سے ادب دے چکے تو اس کو خرقہ پہننا جائز ہو جاتا ہے اھ ہمارے مشائخ نے ضرورۃً تقدیم اجازت کو ضروری سمجھا۔

چوتھی قسم نسبت کی اتحادی ہے جو سب سے اعلیٰ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ اپنی نسبت روحانیہ کو جو حامل کمالات عالیہ ہے مرید کی روح کیساتھ قوت سے متصل کر دے اور نسبت کو قوت کے ساتھ دلوچ کر یا کسی اور طرح سے مرید کے قلب میں پیوست کر دے اور گویا شیخ اور مرید میں روحانی اعتبار سے کوئی فرق نہ رہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کو حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت گنگوہی کو بیعت کے ایک ہفتہ بعد

فرما دیا تھا کہ میاں رشید احمد جو کچھ مجھے دینا تھا وہ دیدیا اب اس کو بڑھانا تمہارا کام ہے۔ اور یہی وہ چیز تھی جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے میرے سینہ میں ڈالا تھا وہ میں نے ابو بکرؓ کے سینہ میں ڈالدیا (ارشاد الملوک ص۲۹)

حضرت شاہ صاحب نے اس چوتھی نسبت کے مثال میں ایک عجیب قصہ حضرت باقی باللہ کا جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے شیخ تھے ان کا مزار مقدس دہلی میں ہے ان کے متعلق لکھا ہے، ان حضرات کو کوئی شخص ہدایا دے تو بعض اوقات بڑی گرانی سے محض ہدیہ دینے والے کی دلداری کی بنا پر قبول کرتے ہیں لیکن جو ہدیہ غایت احتیاج کے وقت آئے اس کو بہت ہی قدر سے قبول کرتے ہیں اس وقت کی دعا بہت دل سے نکلتی ہے ایسے وقت کی دعاؤں میں متعلی کیلئے یہ حضرات جو کچھ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا فرما دیتے ہیں ایسے وقت کی دعائیں ہر وقت نہیں ہوتیں لیکن جب ہوتی ہیں تو تیر بہدف ہوتی ہیں اور بہت جلد پوری ہوتی ہیں ایسی ہی دعاؤں کو دیکھ کر بعض لوگوں کو مشائخ کے متعلق یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ حضرت کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے حالانکہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اہم وقت ان حضرات کے یہاں وہ ہوتا ہے جب ان کے یہاں کوئی اہم مہمان اللہ والا آجائے اور پاس کچھ نہ ہو اس وقت کا ہدیہ ان کے یہاں بہت قیمتی ہوتا ہے، ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب کے یہاں کچھ مہمان اہم آگئے ایک بھٹیارہ کی دکان حضرت کے قیامگاہ کے قریب تھی اس بھٹیارہ نے دیکھا کہ کچھ نیک قسم کے مہمان بے وقت آئے ہیں اس نے بہت بڑا

خوان لگاکر اور اس میں مختلف قسم کے کھانے رکھ کر حضرت خواجہ صاحب
نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کی خدمت میں پیش کیا، حضرت خواجہ صاحب نے
پوچھا یہ کیا ہے اس نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں کچھ مہمان آئے ہیں
میں ان کے لئے کچھ کھانا لایا ہوں قبول فرمالیں، حضرت کو بہت ہی
مسرت ہوئی اور وہی بے اختیاری شان کیساتھ فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے
اس نے عرض کیا کہ مجھے اپنے جیسا بنا دو، حضرت نے تھوڑی دیر تأمل
کرکے فرمایا کہ کچھ اور مانگ لے، طباخ نے کہا کہ بس یہی چاہیئے
چونکہ حضرت زبان مبارک سے یہ فرما چکے تھے کہ مانگ کیا مانگتا ہے اس
لئے اس کے تین مرتبہ کے اصرار پر اس کو حجرہ مبارک میں لے گئے اندر
سے زنجیر لگالی اس کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ حضرت جبریل
علیہ السلام کی طرح سے کہ انہوں نے نزول وحی کے وقت نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تین مرتبہ دبوچا تھا اور ہر مرتبہ یہ فرمایا
تھا کہ پڑھو، دو مرتبہ کے دبوچنے میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم نے یہی فرمایا کہ میں قاری نہیں تیسری مرتبہ میں دبا کر جو حضرت
جبریل نے بتایا وہ پڑھنا شروع کر دیا۔ یا حضرت خواجہ صاحب نے
کوئی اور توجہ فرمائی ہو گی۔ آدھ گھنٹہ بعد جب حجرہ کھول کر باہر تشریف
لائے تو دونوں کی صورت تک بھی ایک ہو گئی تھی فرق صرف اتنا تھا کہ
حضرت خواجہ صاحب تو جیسے حجرہ میں گئے تھے ویسے ہی باہر تشریف
لے آئے لیکن وہ طباخ سکر (بیخودی) کی حالت میں تھا اور کچھ دیر
بعد اسی حالت میں انتقال ہو گیا اللہ تعالیٰ بلند درجے عطا فرمائے۔
موت تو آنی ہی تھی اور اس کا جو وقت مقرر تھا اس میں تقدم تأخر نہیں

ہو سکتا تھا لیکن اس کی خوش قسمتی کہ ساری عمر تو طباخی کی اور موت کے وقت خواجہ باقی باللہ بن کر آخرت کے بھی مزے لوٹے، اسی قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جو آپ بیتی نمبر ۵ میں بھی ذکر کئے ہیں۔

یہاں ایک ضروری بات یہ ہے کہ مشائخ کا دستور یہ ہے کہ وہ تدریجاً معمولات کو شروع کراتے ہیں تاکہ تحمل پیدا ہو، اسی واسطے مشائخ کی تاکید ہوتی ہے کہ معمولات ناغہ نہ ہوں تاکہ قلب میں قوت آتی رہے۔ سینہ سے سینہ ملا کر کچھ دیدینے کے واقعات مشائخ کے حالات میں کثرت سے نظر پڑے اور یہ لائن اپنے مشائخ میں بھی میں نے کثرت سے دیکھی۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کے شروع میں حدیث جبریل میں نسبت کے اقسام اربعہ اور خواجہ باقی باللہ کے اس واقعہ کو بھی بیان فرمایا کرتے مگر ان کی تقریر کو نقل کرنے والوں نے بہت خلط ملط کر دیا ہے، اصل واقعہ وہ ہے جو میں نے لکھا ہے۔

یہاں ایک امر قابل توجہ یہ ہے کہ یہ چاروں نسبتیں ضعف و قوت کے اعتبار سے تو متفاوت ہیں کہ انعکاسی کم درجہ کی ہے پھر القائی پھر اصلاحی ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر نسبت کا حصول پہلی پر موقوف ہو البتہ شرائط اجازت کے سب میں مشترک ہیں جنکی تفصیل رسالہ شریعت و طریقت صفحہ ۱۴۶ میں آ چکی ہے مختصر یہ ہے جو حضرت تھانوی نے لکھا ہے کہ کسی کامل کی صحبت میں ایک مدت تک مستفید ہوا ہو، اہل علم و اہل فہم اس کو اچھا سمجھتے ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہوں، اس کی صحبت

سے محبت الٰہی کی زیادتی اور محبت دنیا کی کمی قلب میں محسوس ہوتی ہو اس
کے پاس رہنے والوں کی حالت روز بروز درست ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہو خلاصہ
یہ کہ متقی وصالح ہو متبع سنت ہو علم دین بقدر ضرورت جانتا ہو، کسی کامل
کی خدمت میں رہ کر فائدہ باطنی حاصل کیا ہو عقلاء اور علماء اس کی طرف
مائل ہوں اور اس کی صحبت مؤثر ہو۔ البتہ ایک بڑی اہم شرط یہ ہے کہ
وہ خود اجازت کا طالب نہ ہو بہت سے لوگوں کو میں نے اکابر میں بھی
دیکھا اور اپنے دوستوں میں بھی دیکھا کہ بہت سے لوگوں کو باوجود صاحب
نسبت ہونے کے محض اس وجہ سے اجازت نہیں ملی کہ ان کے دل میں
اجازت کی طلب تھی چنانچہ تذکرۃ الرشید میں ہے کہ کسی شیخ کا نام
لے کر فرمایا کہ ان کے پاس ایک شخص مدتوں رہا اور پھر شکایت کی قلب
کی حالت درست نہ ہوئی، شیخ نے فرمایا کہ میاں درستی سے تمہارا کیا
مقصود ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ حضرت جو نعمت آپ سے ملے
گی آپ سے لے کر دوسروں کو پہنچاؤں گا، شیخ نے فرمایا بس اسی نیت
ہی کی تو ساری خرابی ہے کہ پہلے ہی پیر بننے کی ٹھان رکھی ہے، اس بیہودہ
خیال کو جی سے نکال دو۔ اور حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ نے خود
اس ناکارہ سے جب اس ناکارہ نے اپنی نااہلیت کا عذر کر کے حضرت
سے درخواست کی تھی کہ آپ مجھے بیعت کرنے سے منع فرمادیں حضرت
نے ارشاد فرمایا تھا کہ "جو اپنے کو اہل سمجھے وہ نااہل ہے"۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر
خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیماً کثیرا

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم
۲۳ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ دار العلوم فیصل آباد

محبت
تاریخ مشائخ چشت
الاعتدال فی مراتب الرجال
فضائل قرآن
فضائل نماز
فضائل ذکر
فضائل رمضان
فضائل حج
فضائل درود
فضائل تبلیغ
فضائل صدقات ہر دو حصہ
فضائل تجارت
خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
حکایات صحابہ
فضائل زبان عربی
داڑھی کا وجوب
بدنظری کا علاج
تکملۃ الاعتدال
آپ بیتی نمبر ۱ تا ۶
مکتوبات تصوف حصہ اوّل
مکتوبات شیخ حصہ دوم

مکتوبات علمیہ اوّل
" دوم
کتب فضائل پر اشکالات
جماعت اسلامی اور ایک لمحہ فکریہ
تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے جوابات
فضائل قرآن مجید عکسی
حکایات صحابہ "
قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم عکسی
فضائل نماز "
فضائل ذکر "
فضائل رمضان "
فضائل تبلیغ "
فضائل صدقات ہر دو حصہ
فضائل حج عکسی
فضائل درود شریف
خصائل نبوی
مجموعہ ارشاد الملوک و اکمال الشیم مجلد
ارشاد الملوک
اکمال الشیم عکسی
تذکرۃ الرشید جلد اول و دوم یکجا مجلد

(اشرفی پریس فیصل آباد)